وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا

غیرتِ مسلم زندہ ہے!

دینی غیرت وحمیت پر مبنی تحفظ ختم نبوت کے ایمان پرور حقائق و واقعات

میرے کارواں میں شامل کوئی کم نظر نہیں ہے
جو نہ مر مٹے محمد ﷺ پر مرا ہمسفر نہیں ہے

محمد متین خالد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ننکانہ صاحب۔فون:056-2874812

www.endofprophethood.com

پہلے مجاہد ختم نبوت حضرت فیروز دیلمیؓ اور مدعی نبوت اسود عنسی

جب اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر ڈالا تو اہل یمن کی ایک بہت بڑی جماعت دین اسلام سے پھر گئی اور مرتد ہو گئی۔ اس مرتد جماعت کے افراد نے اسود عنسی کی پیروی اختیار کر لی۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ اسود عنسی ''صنعاء'' شہر پر غالب آ گیا۔ اس وقت صحابی رسول سیدنا فیروز دیلمیؓ نے اسود عنسی کے سامنے ظاہر کیا کہ گویا وہ اس کے خاص لوگوں میں شامل ہے اور بہترین معاونین میں سے ہے۔ لیکن دل کے اندر ایک پروگرام تھا کہ میں نے اسے قتل کرنا ہے۔ امام بخاریؒ نے سیدنا فیروز دیلمیؓ کے واقعہ کو اپنی ''الجامع الصحیح'' میں بیان فرمایا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: کسی بیان کرنے والے نے مجھے وہ خواب یوں بیان کیا ہے (دوسری روایت میں اس بیان کرنے والے کا نام سیدنا ابوہریرہؓ منقول ہے) کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

(ترجمہ) ''مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے ہیں۔ میں ان سے بہت گھبرایا اور میں نے دونوں کنگنوں کو ناپسند کیا۔ پھر مجھے حکم ہوا اور میں نے انھیں پھونک ماردی تو وہ دونوں کنگن اُڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ نبوت کے دو جھوٹے دعویدار عنقریب نکلنے والے ہیں۔'' روایت بیان کرنے والے تابعی جناب عبید اللہ بن عبداللہؒ فرماتے ہیں۔ نبوت کے ان دو جھوٹے دعویداروں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے سیدنا فیروز دیلمیؓ نے یمن میں قتل کیا تھا۔ اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔''

امام ابن جریر طبریؒ نے سیدنا فیروز کے واقعہ میں اپنی سند کے ساتھ ضحاک بن فیروز دیلمیؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میرے والد فیروز نے ہمیں بتایا کہ:

''سیدنا وبر بن یحنسؓ رسول اللہ ﷺ کا نامۂ گرامی (خط) لے کر ہمارے پاس آئے۔ اس خط میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ (1) تم نے اپنے دین ''اسلام'' پر قائم اور ڈٹے رہنا ہے۔ (2) دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ میں برسرپیکار رہنا ہے۔ (3) اسود عنسی کذاب کا کام تمام کرنا ہے، چاہے کسی خفیہ پلاننگ سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے یا پھر دو بدو جنگ سے اور (4) ہر وہ شخص جس کے پاس جرأت و بہادری اور پرہیزگاری اور دینداری کے

جذبات ہیں، اس تک میرا یہ پیغام پہنچا دیں۔ (سیدنا فیروزؓ فرماتے ہیں) ہم نے آپ ﷺ کے حکم نامہ پر پورا پورا عمل کیا۔

اسود عنسی ملعون نے آنحضرت ﷺ کی حیات ہی میں مرتد ہو کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا تھا، جو دراصل اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف کھلی بغاوت تھی، لہٰذا اس پر آنحضرت ﷺ کا بے چین و مضطرب ہونا بالکل فطری تھا، کیونکہ اسود عنسی کا دعویٰ نبوت دراصل منصب نبوت و رسالت اور تاجِ ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کے مترادف تھا، جس سے آپ ﷺ کو ذہنی، قلبی اور شدید روحانی اذیت پہنچی تھی۔ جب حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کو کیفر کردار تک پہنچا کر آپ ﷺ کی راحت رسانی کا انتظام کیا تو انھیں لسانِ نبوت سے: "فاز فیروز"...... فیروز کامیاب ہو گیا...... کی بشارت سے نوازا گیا۔

"عن ابن عمر قال اتی النبی ﷺ الخبر من السماء اللیلة التی قتل فیھا الاسود العنسی، فخرج علینا فقال: قتل الاسود البارحة قتله رجل مبارک من اھل بیت مبارکین، فقیل من ھو؟ قال: فیروز الدیلمی."

(کنزالعمال ص 572 ج 13، اتحاف السادہ ص 18 ج 7)

ترجمہ:...... "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات اسود عنسی کو قتل کیا گیا، آنحضرت ﷺ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دے دی گئی تھی، آپ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: گزشتہ رات اسود عنسی کو قتل کر دیا گیا، اس کو مبارک گھر والوں میں سے ایک مبارک شخص نے قتل کیا ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ فیروز دیلمی ہے۔"

حضرت ابو مسلم خولانیؒ

حضرت ابو مسلم خولانیؒ جن کا نام عبداللہ بن ثوبؒ ہے اور یہ امت محمدیہ (علی صاحبہا السلام) کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو اسی طرح بے اثر فرما دیا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آتش نمرود کو گلزار بنا دیا تھا۔ یہ یمن میں پیدا ہوئے تھے اور سرکار دو عالم ﷺ کے عہد مبارک ہی میں اسلام لا چکے تھے لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دَور میں یمن میں نبوت کا جھوٹا دعویدار اسود عنسی پیدا ہوا جو لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان لانے کے لیے مجبور کیا کرتا تھا۔

اسی دوران میں اس نے حضرت ابومسلم خولانیؒ کو پیغام بھیج کر اپنے پاس بلایا اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی، حضرت ابومسلمؒ نے انکار کیا پھر اس نے پوچھا کہ کیا تم محمد (ﷺ) کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ حضرت ابومسلم نے فرمایا ہاں، اس پر اسود عنسی نے ایک خوفناک آگ دہکائی اور حضرت ابومسلمؒ کو اس آگ میں ڈال دیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آگ کو بے اثر فرما دیا، اور وہ اس سے صحیح سلامت نکل آئے۔ یہ واقعہ اتنا عجیب تھا کہ اسود عنسی اور اس کے رفقاء پر ہیبت سی طاری ہوگئی اور اسود کے ساتھیوں نے اسے مشورہ دیا کہ ان کو جلاوطن کردو، ورنہ خطرہ ہے کہ ان کی وجہ سے تمھارے پیروؤں کے ایمان میں تزلزل نہ آجائے، چنانچہ انھیں یمن سے جلاوطن کر دیا گیا۔ یمن سے نکل کر ایک ہی جائے پناہ تھی، یعنی مدینہ منورہ، چنانچہ یہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے چلے، لیکن جب مدینہ منورہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ آفتابِ رسالت ﷺ پردہ فرما چکا ہے اور حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ بن چکے تھے، انھوں نے اپنی اونٹنی مسجد نبوی ﷺ کے دروازے کے پاس بٹھائی اور اندر آکر ایک ستون کے پیچھے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ وہاں حضرت عمرؓ فاروق موجود تھے۔ انھوں نے ایک اجنبی مسافر کو نماز پڑھتے دیکھا تو ان کے پاس آئے اور جب وہ نماز سے فارغ ہو گئے تو ان سے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ یمن سے! حضرت ابومسلمؒ نے جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے فوراً پوچھا: اللہ کے دشمن (اسود عنسی) نے ہمارے ایک دوست کو آگ میں ڈال دیا تھا، اور آگ نے ان پر کوئی اثر نہیں کیا تھا، بعد میں ان صاحب کے ساتھ اسود نے کیا معاملہ کیا؟ حضرت ابومسلمؒ نے فرمایا: اُس کا نام عبداللہ بن ثوب ہے۔ اتنی دیر میں حضرت عمرؓ کی فراست اپنا کام کر چکی تھی، انھوں نے فوراً فرمایا: میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ ہی وہ صاحب ہیں؟ حضرت ابومسلم خولانیؒ نے جواب دیا: ''جی ہاں!'' حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرطِ مسرت و محبت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور انھیں لے کر حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پہنچے، پھر انھیں صدیق اکبرؓ کے اور اپنے درمیان بٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے موت سے پہلے امت محمدیہ ﷺ کے اس شخص کی زیارت کرا دی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا معاملہ فرمایا تھا۔''

حضرت مولانا عمادالدین غوریؒ

حضرت مولانا عماد الدین غوریؒ ابتدا سے گھر کے بڑے طاقتور اور نامی گرامی پہلوان تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں علم حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا اور وہ کئی سال تک بڑے

ذوق وشوق سے علم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ پھر دین کی خدمت شروع کر دی۔ ایک دن یہ سلطان محمد تغلق کے دربار میں بیٹھے تھے۔ محمد تغلق نے کہا: "فیض خدا منقطع نیست چرا باید کہ فیض نبوت منقطع شود، اگر حالا کسے دعویٰ پیغمبری بکند و معجزہ نماید تصدیق می کنید یا نے؟

(جب فیض خدا، منقطع نہیں تو فیض نبوت، کیوں منقطع ہو۔ اگر اب کوئی پیغمبری کا دعویٰ کرے اور معجزہ دکھائے تو تم تصدیق کرو گے یا نہیں؟) یہ سننا تھا کہ مولانا غوریؒ کی غیرت ایمانی جوش میں آئی اور ناموسِ ختم نبوت پر حرف آنے سے آنکھوں میں خون اتر آیا اور زبان سے نکلا:

"بادشاہ گوہ مخور" (بادشاہ گندگی مت کھا)

بادشاہ نے حکم دیا: عماد کو ذبح کر دو اور زبان باہر نکال ڈالو۔ آپ نے نہایت بے پروائی سے اس حکم کو سنا اور کلمۂ حق کہنے پر شہید ہو گئے۔

عمرو بن اللیثؒ

امام ابو القاسم قشیریؒ کی روایت ہے:

"خراسان کا ایک بادشاہ جس کا نام عمرو بن اللیث تھا (جو صفار کے لقب سے مشہور تھا) اس کی وفات کے بعد اسے کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا، قبر میں تیرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تو اس نے جواب میں کہا: "میں نے اپنی زندگی میں ایک دن پہاڑ کی چوٹی سے اپنی ساری فوج کو دیکھا تو مجھے اس قدر فوج دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، تو میں نے دل میں کہا، کاش! میں، حضور انور ﷺ کے مبارک زمانہ میں ہوتا تو آپ کے دشمنوں کے خلاف آپ کی مدد کرتا اور یہ فوج وہاں کام آتی۔" میری اس دلی تمنا کو دربار خداوندی میں مقبولیت حاصل ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے محض اس خواہش کے نتیجہ میں میری بخشش فرمادی۔" (کتاب الشفاء ج 2 ص 27)

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ

1890ء میں حضرت قبلہ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے مستقل طور پر مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہونے کا ارادہ فرمایا۔ لہٰذا اس غرض سے حج کا سفر فرمایا۔ مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے بعد بہت خوش ہوئے کہ اب زندگی کی باقی تمام بہاریں گنبد خضرا کی ٹھنڈی چھاؤں تلے گزاریں گے۔ اسی روز حضور نبی کریم ﷺ پیر مہر علی شاہؒ کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: "مہر علی، ہندوستان میں مرزا قادیانی میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا

ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔واپس جاؤ اور اس فتنہ کا سد باب کرو۔"

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نبی اپنے امتی کو ہمیشہ اعلیٰ و ارفع کام کا حکم دیتے ہیں۔ مسجد نبوی ﷺ میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، جبکہ بیت اللہ شریف میں ایک نماز ادا کرنے پر ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ، حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ مدینہ طیبہ میں مرے، اسے چاہیے کہ وہیں مرے، اس لیے کہ میں اس شخص کا سفارشی ہوں گا جو مدینہ میں مرے گا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں اس کا گواہ بنوں گا۔" (ترمذی، ابن ماجہ)

لیکن یہاں حضور نبی کریم ﷺ اپنے ایک امتی کو حکم دے کر قادیانی فتنہ کی سرکوبی کے لیے واپس ہندوستان بھیج رہے ہیں۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کا کام جہاد عظیم ہے۔ اس کام سے بڑھ کر کوئی کام "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" کی تعریف پر پورا نہیں اترتا۔ جو کوئی شخص دنیا کے کسی خطے میں تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے، اسے بیت اللہ شریف اور مسجد نبوی ﷺ میں نمازیں پڑھنے سے کروڑوں درجہ زائد ثواب ملتا رہے گا کیونکہ اس کی کوشش سے ایک مسلمان مرتد ہونے سے بچ جاتا ہے اور ایک گم کردہ راہ قادیانی واپس اسلام کی آغوش میں آ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے تو اس کو ثواب تو ہوگا ہی لیکن اس کی وجہ سے جتنے آدمی اس نیک کام کو شروع کریں گے یا اس فتنہ کے کفریہ عقائد سے آگاہ ہو کر اپنا ایمان بچائیں گے یا اس فتنہ میں مبتلا لوگ واپس اسلام کی آغوش میں آ جائیں گے، تو ان سب لوگوں کی نیکیوں میں اس شخص کا بھی مستقل حصہ ہوگا۔ تحفظِ ختم نبوت کا کام ایک ایسے سرمائے کی مثل ہے جو کسی منافع بخش تجارت میں لگا دیا جائے تو اس سے ہمیشہ اس کا منافع ملتا رہے۔ دوسری اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ تحفظ ختم نبوت کے کام کی سرپرستی اور نگرانی براہ راست حضور نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں اور ضرورت پڑنے پر خود راہنمائی بھی فرماتے ہیں۔

چنانچہ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ واپس ہندوستان تشریف لائے اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ پیر صاحب نے نہ صرف مسلمانوں کو اس فتنہ کی شرانگیزیوں سے آگاہ کیا بلکہ قادیانیت کی تردید میں کئی ایک کتب بھی تحریر فرمائیں جن میں قادیانی عقائد و عزائم کا منہ توڑ جواب دیا۔ آپ کی بھرپور کوششوں سے مرزا قادیانی حواس باختہ ہو گیا اور کہا کہ بادشاہی مسجد لاہور میں میرے ساتھ تفسیر نویسی کا تحریری مناظرہ کر لیں۔ پیر صاحب نے جواباً فرمایا کہ ممکن ہے اس طرح مناظرہ میں فیصلہ نہ ہو سکے۔ ایک کاغذ پر قلم تم رکھ دو، ایک کاغذ پر قلم میں رکھ دیتا

ہوں۔ جس کا قلم خود بخود لکھنا شروع کر دے، وہ سچا اور جس کا قلم پڑا رہے وہ جھوٹا۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ بھی منظور نہیں تو تم حسب وعدہ، شاہی مسجد میں آؤ، ہم دونوں اس کے مینار پر چڑھ کر چھلانگ لگاتے ہیں، جو سچا ہوگا، وہ بچ جائے گا اور جو کاذب ہوگا، وہ مر جائے گا۔ مرزا قادیانی نے جواب میں اس طرح چپ سادھی کہ گویا دنیا ہی سے رخصت ہو گیا۔ بعدازاں قادیانی جماعت کا ایک وفد حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ ایک اندھے اور ایک لنگڑے کے حق میں آپ دعا کریں، دوسرے اندھے اور لنگڑے کے حق میں مرزا قادیانی دعا کرے۔ جس کی دعا سے اندھا اور لنگڑا ٹھیک ہو جائیں، وہ سچا ہے، اس طرح حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے گا۔ پیر صاحب نے جواب دیا کہ یہ بھی منظور ہے لیکن مرزا قادیانی کو پیر صاحب کے سامنے آنے کی ہمت نہ پڑی۔ اس پر پیر مہر علی شاہؒ نے فرمایا: ''جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے، اس کی پشت پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہاتھ ہوتا ہے۔''

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا شمار ان خوش نصیب لوگوں میں ہوتا ہے جنھوں نے زندگی بھر فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے محاذ پر نمایاں کارنامے سرانجام دیے۔ وہ بیک وقت عیسائیوں، آریوں اور بالخصوص قادیانیوں سے مناظرے کرتے اور انھیں شکست فاش سے دوچار کرتے۔ انھوں نے قادیانیت کی تردید میں درجنوں کتابیں تحریر کیں جنھیں ہر مکتبہ فکر نے سراہا۔ ان کا اپنا پرچہ ہفت روزہ ''اہل حدیث'' امرتسر سے نکلتا تھا جس کے ابتدائی صفحات قادیانیت کی تردید کے لیے وقف تھے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ملک بھر میں قادیانی کفریہ عقائد پر بے شمار تقریریں کیں اور مباحثے کیے۔ اس سے تنگ آ کر آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا:

''اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے...... میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری

موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے آمین۔ مگر اے میرے کامل اور صادق خدا۔ اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے، حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے...... اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے، اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔'' (مجموعہ اشتہارات ج 3 ص 578 از مرزا قادیانی)

اس چیلنج اور دعا کے نتیجہ میں مرزا قادیانی اپنی دعا کے 13 ماہ اور بارہ دن بعد 26 مئی 1908ء کو ہیضہ کی بیماری سے نہایت عبرتناک حالت میں آنجہانی ہو گیا جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس دعا کے تقریباً 40 سال بعد 15 مارچ 1948ء میں اللہ کو پیارے ہوئے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

لکھا تھا کاذب مرے گا بیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ

حضرت علامہ محمد انور شاہ محدث کشمیریؒ بہت بڑے عالم، زاہد و عابد اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ 1926ء میں احمد پور شرقیہ بہاولپور کی ایک مسلمان عورت نے بہاولپور کی ایک عدالت میں دعویٰ کیا کہ اس کا شوہر مرزائی ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کا نکاح فسخ کیا جائے۔ اس مقدمہ میں تمام مشاہیر علماء کو شہادت کے لیے عدالت میں بلایا گیا۔ جب یہ مقدمہ آخری مراحل میں پہنچا تو شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹویؒ، حضرت مفتی صادق صاحبؒ اور تمام علماء نے استدعا کی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک علمی بیان عدالت میں ہونا چاہیے۔ شاہ صاحبؒ ان دنوں خونی بواسیر کے سخت مریض تھے۔ ڈاکٹروں حکیموں نے سفر سے بالکل روک دیا تھا۔ اسی سال حج کا بھی ارادہ تھا۔ کمزوری بہت ہو چکی تھی، لیکن جونہی شاہ صاحبؒ کو دعوت پہنچی، آپ سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ بہاولپور سے مفتی صادق صاحب بھی خود انھیں لینے کے لیے دیوبند پہنچ گئے۔ حکیموں نے آپ کو بیماری کے پیش نظر سفر کرنے سے منع کیا۔ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: ''اگر قیامت کے روز حضور ﷺ نے یہ سوال کر لیا کہ میری ختم نبوت کا مقدمہ پیش تھا، تجھے طلب کیا گیا اور تُو نہیں گیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ موت تو آنی ہی ہے، اگر اسی راستہ میں آ گئی تو اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔'' لہٰذا حکیموں کے روکنے کے باوجود آپ تاریخ مقدمہ سے کئی روز پیشتر بہاولپور تشریف لے آئے، اور تقریباً 25 روز بہاولپور میں قیام فرمایا۔ بہاولپور کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا

''حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لیے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک، مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ کا ٹیلی گرام موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لیے بہاولپور آ ییۓ۔ ایک مسلمان بچی کے تنسیخ نکاح کا مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قادیانیت کے ارتداد و کفر کا مسئلہ ہے اور ختم نبوت کے اعتقاد کا مسئلہ ہے۔ ٹیلی گرام پڑھ کر، میں نے پچھلی زندگی کے اعمال پر سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھ لے کہ کون سا عمل لائے ہو، پچھلی زندگی میں کوئی عمل رکھتے ہو تو پیش کرو؟ تو سوچنے کے بعد میرے دماغ میں کوئی ایسا عمل تازہ نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر سکوں۔ چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل اور حج کا سفر ملتوی کر دیا اور بہاولپور کا سفر کیا۔ تا کہ قیامت کے دن حضور ﷺ کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کرنے والوں میں شمار کیا جاؤں اور سمجھا جاؤں اور اس عمل کے صدقے میں میری بخشش ہو جائے۔ دل میں یہ خیال بھی آیا کہ جا تو رہا ہوں حج کے لیے اور آگے سفر کروں گا مدینہ منورہ کا تو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی چاہیے، حضور ﷺ کی شفاعت بھی چاہیے۔ قیامت کے دن اگر حضور ﷺ پوچھ لیں کہ ضرورت وہاں تھی، آ یہاں گیا۔ ضرورت تو تیری بہاول پور میں تھی اور تُو یہاں آ گیا تو میرے پاس اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں حضور ﷺ کے مقام ختمِ نبوت اور منصب ختمِ نبوت کی حفاظت کے لیے بہاولپور جاؤں گا۔ بہت ضعیف اور علیل ہوں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ نبی کریم ﷺ کا وکیل بن کر عدالت میں پیش ہوں۔ ممکن ہے یہ نیکی میرے لیے توشۂ آخرت بن جائے۔''

اس پر لوگ دھاڑیں مارتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے...... پھر فرمانے لگے:

''ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے۔ ہم اس سے بھی گئے گزرے ہیں۔ وہ اپنی گلی و محلے کا حقِ نمک خوب ادا کرتا ہے جبکہ ہم حق غلامی و امتی ادا نہیں کرتے۔ اگر ہم ناموس پیغمبر ﷺ کا تحفظ کریں گے تو قیامت کے دن حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کے مستحق ٹھہریں گے۔ تحفظ نہ کیا یا نہ کر سکے تو ہم مجرم ہوں گے اور ایک کتے سے بھی بدتر کہلوائیں گے۔''

جج صاحب جن کا نام محمد اکبر تھا، وہ شاہ صاحب کا بہت احترام کرتا تھا۔ آپ کو عدالت میں کرسی مہیا کی گئی اور حضرت شاہ صاحبؒ کا آخری معرکہ آرا بیان ہوا اور قادیانیوں کی طرف سے ان پر جرح ہوتی رہی اور شاہ صاحبؒ جواب دیتے رہے۔

آپ کے مدمقابل قادیانیوں کی طرف سے مشہور مرزائی مبلغ و مناظر جلال الدین شمس تھا۔ آپ نے اس پر خوب جرح کی مگر وہ کمال ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتا رہا اور ہر بات پر

''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگاتا رہا۔ اس پر شاہ صاحب نہایت جلال میں آ گئے اور ان پر ایک عجیب و غریب وجد طاری ہوگیا۔ آپ نے مرزائی مبلغ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''جلال الدین! اگر اب بھی تمھیں مرزا قادیانی کے کفر میں کوئی شک ہے تو آ! میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے۔ میں تمھیں بھری عدالت میں کھڑے کھڑے مرزا قادیانی جہنم میں جلتا ہوا دکھا سکتا ہوں۔''

اس پر جلال الدین شمس پر سکتہ طاری ہوگیا اور وہ کچھ نہ بول سکا۔ بعدازاں عدالت سے فراغت کے بعد ایک مرید نے حضرت شاہ صاحب سے پوچھا: حضرت! آج آپ نے عدالت میں بہت بڑی بات کہہ دی۔ اگر مرزائی مبلغ آپ سے مرزا قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھانے کا کہہ دیتا تو آپ کیا کرتے؟ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا:

''بالکل دکھا دیتا، کیونکہ مجھے ہزار فیصد یقین کامل ہے کہ جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے، اللہ اسے دوسروں کے سامنے کبھی رسوا نہیں کرتا۔ شرط یہ ہے کہ یہ مقدس کام اخلاص و محبت سے کیا جائے۔ تب دنیا و جہان کی تمام کامیابیاں اس کے قدم چومیں گی۔''

□ ایک دفعہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''قادیانی جماعت کا بانی آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی بلاشبہ مردودِ ازلی ہے۔ اس کو شیطان سے زیادہ لعین سمجھنا جزو ایمان ہے۔ شیطان نے ایک ہی نبی کا مقابلہ کیا تھا۔ اس خبیث اور بد باطن نے جمیع انبیاء علیہم السلام پر افترا پردازی کی۔''

□ حضرت مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ کے فرزند امجد اور ممتاز عالم دین مولانا انظر شاہ کشمیری کا کہنا ہے: ''ایک مرتبہ والد مرحوم نے فرمایا کہ فتنہ قادیانیت کی وجہ سے تین ماہ تک نہیں سویا۔ اس غم اور فکر میں کہ کہیں قادیانیت کا فتنہ یونہی خود رو جھاڑیوں کی طرح پھیلتا پھولتا گیا تو دین اسلام کا کیا بنے گا؟ تین ماہ کے بعد میرے قلب پر القاء ہوا کہ خداوند تعالیٰ اس دین کی حفاظت فرمائے گا۔''

درس میں ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ تیس سال کے عرصہ میں دس دس سال کے وقفہ سے میں نے تین مرتبہ رحمت عالم ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ہر مرتبہ توجہ دلاتے تھے کہ:

''ختم نبوت کی حفاظت کرو اور قادیانی فتنہ کو نیست و نابود کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے۔''

والد صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا حسین علی صاحب نقشبندیؒ، (جن کے متعلق والد مکرم فرمایا کرتے تھے کہ یہ نقشبندیت کے امام ہیں) دیوبند تشریف لے گئے اور والد صاحب کی قبر پر بہت دیر تک مراقب رہے۔ جب دفتر تشریف لائے تو اہتمام کے ذمہ دار حضرات نے پوچھا

کہ آپ دیر تک مزار پر مراقب رہے۔ بتائیے، شاہ صاحب سے ملاقات بھی ہوئی؟ پہلے تو آپ نے بتلانے سے گریز کیا۔ بے حد اصرار کے بعد فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب سے میری لمبی گفتگو ہوئی۔ سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب نے میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ تشریف لائے اور میرے بچوں کے سر پر دست شفقت رکھا۔

میں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔ فرمایا کہ نجات ہو گئی۔ میں نے دریافت کیا کہ کون سا عمل کام آیا؟

فرمایا: ''میں نے ختم نبوت کے لیے جو کام کیا تھا، وہ میرے لیے وسیلۂ نجات بن گیا۔ اور فرمایا کہ عالم قبر میں آ کر مجھ پر بات کھلی کہ ختم نبوت کی حفاظت و صیانت کے لیے کام کیا جائے تو اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی عمل مقبول نہیں۔''

❑ حضرت علامہ سیّد محمد انور شاہ کاشمیریؒ اپنے حلقۂ علمی میں بیٹھ کر فرمایا کرتے تھے۔

''میں یہ بات علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ حدیث کی خدمت بھی اللہ کی دین ہے۔ قرآن کی خدمت بھی بہت اہم خدمت ہے۔ تفسیر کی خدمت بھی بہت بڑی سعادت ہے۔ فقہ کی خدمت بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ تبلیغ کرنا بھی بہت اچھا کام ہے لیکن تحفظ ختم نبوت، سرکار دو عالم ﷺ کی ذات کا تحفظ ہے۔ باقی چیزیں اقوال کا تحفظ ہیں، اعمال کا تحفظ ہیں، افعال کا تحفظ ہیں۔ آپ کی سیرت کا تحفظ ہیں۔ لیکن ذات کا تحفظ ان سب سے اولی اور افضل ہے۔ جس شخص نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک گھنٹہ بھی کام کر لیا، اسے حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت ضرور نصیب ہو گی۔

(بروایت مولانا محمد مکی حجازی (مدرس حرم مکی) ''بیت اللہ کے سائے میں' ہفت روزہ ضرب مومن 2 تا 8 نومبر 2007ء)

علامہ محمد اقبالؒ

ترجمانِ حقیقت حضرت علامہ محمد اقبالؒ بیسویں صدی کے شہرۂ آفاق دانشور، عظیم روحانی شاعر، اعلیٰ درجہ کے مفکر اور بلند پایہ فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عہد ساز انسان بھی تھے۔ ایسی زندۂ جاوید ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا دل ملت اسلامیہ کے ساتھ دھڑکتا تھا۔ وہ انسانیت کی اعلیٰ قدروں کے وارث تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے انحطاط اور تنزل کی گھاٹی کی طرف تیزی سے گرتے عالم اسلام کے تن مضمحل میں ایک نئی روح پھونکی اور اسے انقلاب کی راہ دکھائی۔

علامہ اقبالؒ کے حوالے سے یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ وہ انسانی خوبیوں اور خامیوں

کے ساتھ اعلیٰ تعلیم یافتہ، راسخ العقیدہ مسلمان تھے۔ جہاں تک قادیانیت کا تعلق ہے تو اس حوالے سے تو وہ محرمِ رازِ درون خانہ تھے۔ انھوں نے جب بنظرِ غائر دیکھ لیا کہ مرزائی خود تو مرتد اور کافر ہیں ہی، لیکن عامتہ المسلمین کو بھی مرتد بنانے کے لیے کوشاں ہیں اور ''چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد'' کے مصداق اسلام کا لبادہ اوڑھ کر انھیں گمراہ کر رہے ہیں تو وہ اپنی اسلامی غیرت و حمیت اور عشق رسول ﷺ کے حوالے سے برداشت نہ کر سکے۔ انھوں نے انتہائی زیرکی اور ژرف نگاہی سے اس اہم مسئلے کا جائزہ لیا اور اپنے تاثرات امت مسلمہ کے سامنے واضح انداز میں پیش کر دیے۔ علامہ اقبالؒ کو اس بات کا مکمل ادراک تھا کہ ملت اسلامیہ کو جن فتنوں نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا، ان میں سب سے خطرناک فتنہ قادیانیت کا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے قادیانیوں کی ملت اسلامیہ کے خلاف بڑھتی ہوئی سازشوں کو شدت کے ساتھ محسوس کیا۔ چنانچہ انھوں نے اپنے خطبات، مضامین، توضیحات اور خطوط کے ذریعے قادیانیت کی سرکوبی کی اور اس تحریک کے عالم اسلام پر دینی، معاشی اور تمدنی اثرات اور ان کے منفی نتائج سے امت مسلمہ کو آگاہ کیا۔ علامہ اقبالؒ کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے حکومت کے سامنے سب سے پہلے یہ مطالبہ پیش کیا کہ قادیانیت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ یہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ملت اسلامیہ کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے اندر رہ کر ایک نئی امت تشکیل دے رہے ہیں۔

ایک دفعہ اپنے خط بنام پنڈت جواہر لعل نہرو مورخہ 21 جون 1936ء میں انھوں نے قادیانیوں کے سیاسی رویہ کا تجزیہ کرتے ہوئے تحریر کیا، ''میرے ذہن میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔'' ایک اور موقع پر انھوں نے فرمایا: ''ذاتی طور پر مجھے اس تحریک کے متعلق اس وقت شبہات پیدا ہوئے جب ایک نئی نبوت کی برتری کا دعویٰ کیا گیا اور تمام عالم اسلام کے کافر ہونے کا اعلان کیا گیا۔ بعدازاں میرے شبہات نے اس وقت مکمل بغاوت کی صورت اختیار کر لی، جب میں نے اپنے کانوں سے اس تحریک کے ایک رکن کو پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں نہایت نازیبا زبان استعمال کرتے ہوئے سنا۔'' ایک اور موقع پر انھوں نے قادیانی عقائد و عزائم کا تجزیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''قادیانیت، یہودیت کا چربہ ہے۔'' یہی وجہ ہے کہ انھوں نے انجمن حمایت اسلام میں سے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ سمیت تمام قادیانیوں کو نکال باہر کیا تھا جس کا دکھ قادیانی اب تک نہیں بھولے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، بقیۃ السلف حضرت مولانا عبدالقادرؒ رائے پوری کو حفاظتِ ختم نبوت اور تردیدِ مرزائیت میں اس قدر شغف تھا کہ آپ کی مجلس میں عموماً قادیانیت کی اسلام دشمنی کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ جب بھی حضرت کی مجلس میں حضرت امیر شریعتؒ سیّد عطا اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا قاضی احسان احمدؒ شجاع آبادی، مولانا محمد حیاتؒ یا مولانا لال حسینؒ اختر حاضر ہوتے تو حضرت اقدس ان حضرات کو فرماتے کہ ختم نبوت، حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام اور کذب مرزا کے دلائل بیان کیجئے، تاکہ حاضرین مجلس ان دلائل کو اپنے ذہنوں میں محفوظ کر کے تردید مرزائیت کی جدوجہد میں حصہ لے سکیں۔

حضرت نے اپنے وصال سے پندرہ دن پہلے مولانا لال حسینؒ صاحب اختر سے فرمایا کہ مجھے آپ سے، مولانا محمد علیؒ سے اور مولانا محمد حیاتؒ سے بہت زیادہ پیار ہے کیونکہ آپ ختم نبوت کی حفاظت کا کام کرتے ہیں۔ مولانا لال حسینؒ صاحب اختر نے عرض کیا کہ حضرت! پڑھنے کے لیے کوئی وظیفہ ارشاد فرمائیں۔ حضرتِ والا نے فرمایا ’’آپ روزانہ کچھ درود شریف پڑھ لیا کیجئے۔ آپ کے لیے وظیفہ یہ ہے کہ ختم نبوت پر وعظ کیا کریں۔ یہ چھوٹا وظیفہ نہیں، بہت بڑا وظیفہ ہے۔ پورے دین کا مدار حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت پر ہے۔‘‘ مولانا لال حسین اختر کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد میں پھر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے پھر درخواست کی کہ مجھے دنیا و آخرت میں کامیابی کا کوئی زبردست وظیفہ بتائیے۔ آپ نے فرمایا: ختم نبوت کا کام کرتے رہو۔ ختم نبوت کی حفاظت ہی دنیا و آخرت میں کامیابی کا سب سے بڑا وظیفہ ہے۔‘‘

امیر شریعت سیّد عطا اللہ شاہ بخاریؒ

امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ ایک عالمِ باعمل، بے باک و نڈر اور محبت رسول ﷺ سے مالا مال ایک خوبصورت شخصیت کے مالک تھے۔ شاہ جی بلاشبہ برصغیر پاک و ہند کے سب سے بڑے خطیب تھے۔ ان کی پوری زندگی تحفظِ ختم نبوت میں گزری۔ اس مقدس مشن کی خاطر ان کی آدھی زندگی جیل میں اور آدھی ریل میں گزری۔

- حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ فرمایا کرتے تھے کہ وفات کے بعد خواب میں مجھے حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی زیارت ہوئی۔ میں نے پوچھا شاہ جی! فرمایئے قبر کا معاملہ کیسا رہا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ بھائی یہ منزل بہت ہی مشکل ہے، آقائے نامدار ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کی برکت سے معافی مل گئی۔

□ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے فرمایا کہ حضرت مولانا رسول خان جو پاکستان کے بہت بڑے محدث اور استاذ الکل ہیں، نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ جماعت صحابۂ کرامؓ میں تشریف فرما ہیں۔ حضور پاک ﷺ کی خدمت میں ایک دستار مبارک لائی گئی۔ آنحضرت ﷺ نے جناب صدیق اکبرؓ کو حکم دیا کہ "اٹھو اور میرے بیٹے عطاء اللہ شاہ کے سر پر باندھ دو، میں اس سے خوش ہوں کہ اس نے میری ختم نبوت کے لیے بہت سارا کام کیا ہے۔" مولانا فرمایا کرتے تھے کہ آپ نے خود یا اور کسی صحابیؓ کو کیوں حکم نہ دیا کہ بخاری صاحب کے سر پر دستار باندھ دو، بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا۔ یہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ سب سے پہلے ختم نبوت کا تحفظ مسیلمہ کذاب کے زمانہ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے کیا تھا۔ اب پاکستان میں مسیلمۂ پنجاب کا مقابلہ اور ختم نبوت کا تحفظ بخاری صاحب نے کیا۔ گویا ختم نبوت کا ایک محافظ دوسرے ختم نبوت کے محافظ کو دستار بندی کرا دے۔

□ قادیانی نبوت کے برگ و بار کو خاکستر کرنے والے، انگریزی سامراج کے ایوانوں کو متزلزل کرنے والے، سحر خطابت اور عمل قیہم سے ایمان کی روشنی پھیلانے والے مردِ حق آگاہ حضرت امیر شریعتؒ نے 1950ء میں ختم نبوت کی حفاظت کے متعلق تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

❁ "ختم نبوت کی حفاظت میرا جزو ایمان ہے جو شخص بھی اس ردا کو چوری کرے گا، جی نہیں چوری کا حوصلہ کرے گا، میں اس کے گریبان کی دھجیاں پھاڑ دوں گا۔ میں میاں ﷺ کے سوا کسی کا نہیں نہ اپنا نہ پرایا، میں انہی ﷺ کا ہوں، وہی میرے ہیں، جن کے حسن و جمال کو خود ربِ کعبہ نے قسمیں کھا کھا کر آراستہ کیا ہو، میں ان ﷺ کے حسن و جمال پر نہ مر مٹوں تو لعنت ہے مجھ پر اور لعنت ہے ان پر جو ان ﷺ کا نام تو لیتے ہیں لیکن سارقوں (چوروں) کی خیرہ چشمی کا تماشہ دیکھتے ہیں۔"

ایک اور موقع پر حضرت شاہ جی نے گستاخانِ رسول ﷺ کے خلاف مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

❁ "یا تو توہین رسالت ﷺ کرنے والی زبان نہ رہے یا پھر سننے والے کان نہ رہیں۔"

مزید فرمایا:

ایک موقع پر آپ نے فرمایا:

❁ "تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے، اس کے نقوش میں توازن نہ تھا۔ قد و قامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا، کردار کی موت تھا۔ جھوٹ اس کا شیوہ تھا۔ معاملات کا درست نہ تھا۔ بات کا پکا نہ تھا۔ بزدل اور کمزور تھا۔ مسلک کا

ٹوڈی تھا۔تقریر وتحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر تسلی ہونے لگتی ہے لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری نہ بھی ہوتی۔ وہ مجسمہ حسن و جمال ہوتا، قویٰ میں تناسب ہوتا، چھاتی 45 انچ ہوتی، کمر ایسی کہ سی آئی کو بھی پتہ نہ چلتا، بہادر بھی ہوتا، مرد میدان ہوتا، کردار کا آفتاب ہوتا، خاندان کا مہتاب ہوتا، شاعری میں فردوسی وقت ہوتا، ابوالفضل اور فیضی اس کا پانی بھرتے، خیام اس کی چاکری کرتا، غالب اس کا وظیفہ خوار ہوتا، انگریزی کا شیکسپئر ہوتا اور اردو کا ابوالکلام ہوتا، پھر نبوت کا دعویٰ کرتا تو کیا ہم اسے نبی مان لیتے؟؟؟

میں تو کہتا ہوں کہ خواجہ غریب نواز اجمیریؒ، شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام بخاریؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، ابن تیمیہ، امام غزالیؒ یا حسن بصریؒ بھی نبوت کا دعویٰ کرتے تو کیا ہم انھیں نبی مان لیتے؟ اگر علیؓ دعویٰ کرتے کہ جسے تلوار حق نے اور بیٹی نبی ﷺ نے دی، سیدنا ابوبکر صدیق ؓ، عمر فاروق اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنی ؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انھیں نبی مان لیتا؟ ہرگز نہیں، حضور ﷺ کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تخت نبوت پر سج سکے اور تاج امامت و رسالت جس کے سر پر ناز کر سکے، وہ ایک ہی ہے جس کے دم قدم سے کائنات میں نبوت سرفراز ہوئی۔"

مولانا عبدالستار خاں نیازیؒ

مجاہد ملت حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازیؒ تحریک پاکستان کے راہنما، تحریک ختم نبوت کے ہیرو، تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے روحِ رواں اور تحریک تحفظِ ناموس رسالت ﷺ کے سالار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اعلیٰ بصیرت سے نوازا تھا۔ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ان کی قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں ان کا بڑا اہم کردار ہے۔ تحریک کے مرکز، مسجد وزیر خاں (لاہور) میں تحریک کی قیادت کرتے رہے۔ بالآخر گرفتار ہوئے۔ فوجی عدالت نے انھیں سزائے موت سنائی۔ آپ نے خندہ پیشانی سے اس سزا کو قبول کیا۔ بعدازاں حکومت نے سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیا، پھر دو سال اور ایک ماہ بعد یہ سزا بھی ختم ہو گئی۔

مولانا عبدالستار خاں نیازیؒ اپنی اسیری کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مجھے اپنی زندگی پر فخر ہے کہ جب تحریک ختم نبوت کے مقدمہ کے بعد میری رہائی ہوئی تو پریس والوں نے میری عمر پوچھی۔ اس پر میں نے کہا تھا۔ "میری عمر وہ دن اور راتیں ہیں جو میں نے ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کی خاطر پھانسی کی کوٹھڑی میں گزاری ہیں کیونکہ یہی میری زندگی ہے اور باقی شرمندگی۔ مجھے اپنی اس جیل والی زندگی پر ناز ہے۔"

□ حضرت مولانا عبدالستار خاں صاحب نیازیؒ کے ایک مضمون کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔ آپ مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت و نزاکت پر نہایت موثر انداز میں اظہار خیال فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''ہر محبِ اسلام کا یہ فرض ہے کہ ختم نبوت کے مسئلہ کو تمام دوسرے مسائل پر ترجیح دے۔ اگر ہم ناموس ختم نبوت کو محفوظ رکھنے کے ذریعے اپنی بقا کا اہتمام کر لیتے ہیں تو توحید، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قرآن، شریعت کسی اصول دین کو ضعف نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن خدانخواستہ اگر منکرین ختم نبوت قادیانی اپنی سازشوں میں کامیاب ہو گئے تو پھر نہ ناموس صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہمارا ایمان برقرار رکھنے میں مدد دے سکتا ہے، نہ محبت اہل بیت ہماری نجات کے لیے کافی ہو سکتی ہے، نہ قرآن کے اوراق ہی میں ہمارے لیے ہدایت باقی رہ جاتی ہے اور نہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی نسبتیں جاری رہ جاتی ہیں، نہ علماء کرام کی تدریس و وعظ ہی میں اثر باقی رہ جاتا ہے۔

نہیں نہیں صرف یہی نہیں، خاکم بدہن امت محمدیہ (ﷺ) ملل میں تقسیم ہو جاتی ہے، ملتیں حکومتوں میں بٹ جاتی ہیں اور حکومتیں گروہوں کی سازشوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ فقط اتنا ہی نہیں، خاندان ملت سے خارج ہو جاتے ہیں۔ خود خاندان کے اندر صلہ رحمی، قطعِ رحمی سے مبدل ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اگر خاتم النبیین (ﷺ) ایک نہیں تو پھر شریعت ایک نہیں۔ جب شریعت ایک نہیں تو حرام و حلال کی تمیز نہیں اور جب حرام و حلال میں تمیز نہیں تو باپ، بیٹے، ماں، بہن، خاوند، بیوی غرض دنیا کے سب رشتے اپنی تقدیس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ختم نبوت کا انکار، آسمان پر فرشتوں کا انکار ہے، زمین پر قبلہ اور حج کا انکار ہے۔ سیاست میں مسلمانوں کے غلبے اور جداگانہ وجود کا انکار ہے۔ غرض ختم نبوت کے انکار سے مسلمان کے مسلمان ہونے کا انکار ہے۔ یہاں پہنچ کر زبان گنگ ہو جاتی ہے، قلم ٹوٹ جاتا ہے اور الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے۔''

صاحبزادہ سیّد فیض الحسن شاہؒ

صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہؒ آلو مہار شریف فرمایا کرتے تھے کہ:

''جو مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت نہیں کرتا، وہ اپنی ماں اور بہن کی عزت و ناموس کی حفاظت بھی نہیں کر سکتا۔''

آغا شورش کاشمیریؒ

خطابت، صحافت، شاعری اور سیاست کے محاذ پر جناب آغا شورش کاشمیریؒ ایسا عبقری نظر نہیں آتا۔ ان کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جو بڑی بے خوفی اور استقامت سے حق کی سربلندی

کے لیے باطل سے ٹکرا جاتے اور تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ آغا شورش کاشمیریؒ مجاہد ختم نبوت تھے۔ انھوں نے اپنی خداداد خطابت اور صحافت سے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کی ناپاک سازشوں کا بھرپور محاسبہ کیا۔ وہ قادیانیت کو ایک مذہبی تحریک نہیں بلکہ سیاسی گماشتہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب ''عجمی اسرائیل'' میں فتنۂ قادیانیت کو ایک سامراجی مہرہ ثابت کیا اور ان کے مذموم عقائد وعزائم سے حکمرانوں کو بروقت خبردار کیا۔ آپ تحفظ ختم نبوت کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کرتے۔ ایک دفعہ چٹان پریس کی ضبطی پر موچی دروازے میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا: ''عیوب خان! محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کی پاداش میں تم نے میرا پریس ضبط کیا ہے، جاؤ دوسرا پریس بھی ضبط کرلو، تم نے کمینگی کا مظاہرہ کیا ہے، میں تو اس مسئلہ کی خاطر اپنی جان کی بازی لگانے کا تہیہ کیے ہوئے ہوں۔''

ایک دفعہ قادیانیت کا پوسٹ مارٹم کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''قادیان، مرزائیت کی جائے پیدائش، ربوہ اعصابی مرکز، تل ابیب تربیتی مرکز، لندن پناہ گاہ، ماسکو استاد، اور واشنگٹن اس کا بینک ہے۔''

معروف صحافی جناب زیڈ اے سلہری بیان کرتے ہیں کہ بیماری کے آخری دنوں میں جب ہم آغا شورش کاشمیریؒ سے ملنے ہسپتال گئے تو انھوں نے دوران ملاقات انتہائی رقت آمیز آواز میں کہا: ''سلہری صاحب! آپ گواہ رہنا کہ میں مسلمان ہوں۔ **لا اله الا الله محمد رسول الله.** میں نبی کریم ﷺ کا عاشق ہوں۔ تحفظ ختم نبوت میری زندگی کا مشن ہے۔'' اللہ کی شان آغا صاحب اسی روز رات 11 بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ کئی ہفتوں بعد وہ اپنے دیرینہ رفیق صلاح الدین کے خواب میں تشریف لائے اور کہا: ''صلاح الدین! قبر اور حشر کے معاملات بہت سخت ہیں۔ اگر میرے نامۂ اعمال میں تحفظ ختم نبوت کا کام نہ ہوتا تو میری نجات ناممکن تھی۔''

حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ تحریک ختم نبوت 1974ء کے قائد تھے۔ آپ کی شب و روز کوششوں سے تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ تحریک ختم نبوت کی کامیابی پر آپ کو ایک اور انعام ملا۔ حضرت فرماتے تھے کہ تحریک کے بعد غالباً رمضان المبارک میں، میں نے خواب دیکھا کہ ایک چاندی کی تختی مجھے عطا کی گئی ہے اور اس پر سنہرے حروف میں یہ آیت لکھی ہے۔ **انه من سليمان وانه بسم الله الرحمٰن الرحيم** میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک ختم نبوت پر مجھے

انعام دیا جا رہا ہے اور اس کی یہ تعبیر کی کہ مجھے حق تعالیٰ بیٹا عطا فرمائیں گے اور میں اس کا نام سلیمان رکھوں گا۔ چنانچہ اس خواب کے دو سال بعد حق تعالیٰ نے ستر برس کی عمر میں آپ کو صاحبزلدہ عطا فرمایا اور آپ نے اس کا نام سلیمان تجویز فرمایا۔

مولانا شاہ احمد نورانیؒ

قائد اہلسنّت حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ ایک عالم باعمل، مجاہد تحریک ختم نبوت اور پاکستان کے اہم ترین سیاست دان تھے۔ ان کے والد گرامی حضرت شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ اپنے زمانے کے شہرہ آفاق روحانی بزرگ اور عالمی مبلغ اسلام تھے جن کے ہاتھ پر بے شمار غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ فتنہ قادیانیت کے خلاف ان کی گرانقدر خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی ایک سحر بیان خطیب، کمال ذکی، حاضر جواب اور فی البدیہہ گفتگو کرنے کے ساتھ ساتھ زبردست خوش الحان قاری قرآن بھی تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے پایاں محبت وعقیدت ان کی رگ رگ میں جاگزیں تھی۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے سلسلہ میں حضرت نورانی میاںؒ کی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ انھوں نے بے شمار قادیانی مبلغین سے مناظرے کیے اور انھیں ہمیشہ شکست فاش دی۔ آپ نے بیرون ممالک میں قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا مسلسل تعاقب کیا۔ انھوں نے آئین پاکستان میں مسلمان کی تعریف شامل کروائی۔ 30 جون 1974ء کو آپ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لیے قومی اسمبلی میں تاریخی قرارداد پیش کی۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو اپنی جماعت کے عقائد کے بارے میں صفائی اور موقف پیش کرنے کا مکمل آزادانہ موقع دیا گیا۔ 13 دن تک اس پر جرح ہوئی۔ بعدازاں ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بناء پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ مولانا نورانی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ”قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد کی سعادت اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشی اور مجھے یقین کامل ہے کہ بارگاہ خاتم النبیین ﷺ میں میرا یہ عمل سب سے بڑا وسیلہ شفاعت ونجات ہوگا۔“

حضرت مولانا نورانیؒ ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”1974ء کی تحریک ختم نبوت میں قادیانی خلیفہ مرزا ناصر قادیانی جماعت کی طرف سے محضر نامہ پڑھنے کے لیے جب قومی اسمبلی میں آیا تو خدا کی قدرت اور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز دیکھنے میں آیا کہ جس وقت اس نے محضر نامہ پڑھنا شروع کیا تو اسمبلی کے اس بند ایئر کنڈیشنڈ

کمرے میں اوپر کے چھوٹے پنکھے سے ایک پرندے کا پر جو غلاظت سے بھرا ہوا تھا، سیدھا اس محضر نامے پر آ کر گرا۔ جس سے مرزا ناصر ایک دم چونکا اور گھبرا کر کہا "I am disturbed" مرزا ناصر کی گھبراہٹ، ذلت آمیز پریشانی اور اس عجیب و غریب واقعہ پر اراکین اسمبلی ششدر رہ گئے کیونکہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی غلاظت اوپر چھت سے اس طریقہ سے گری ہو۔"

ایک دفعہ آگرہ کے اکبر عادل صاحب سی۔ ایس۔ پی ریٹائرڈ سیکرٹری وزارت صنعت و حرفت حکومت پاکستان نے پروفیسر شاہ فرید الحق صاحب سے ذکر کیا ہے کہ "آپ کے صدر جمعیت عجیب آدمی ہیں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے والی اپنی پیش کردہ قرارداد سے دو لفظوں کے اخراج پر انھیں بہت بھاری رقم مل رہی تھی جو انھوں نے ٹھکرا دی۔ مفصل واقعہ بیان کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ اسلام آباد میں تحریک ختم نبوت 1974ء کے دوران میرے مکان پر علامہ شاہ احمد نورانی کی دعوت تھی۔ کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ قادیانی لاہوری گروپ سے تعلق رکھنے والے بعض سرکردہ لوگ وہاں آئے اور پوچھا کہ کیا آپ کے ہاں مولانا نورانی تشریف فرما ہیں، ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو اندر لے گیا اور حضرت نورانی صاحب سے کہا کہ یہ لوگ آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا بات ہے؟ ان لوگوں میں تین چار اعلیٰ سرکاری افسر بھی تھے۔ ایک صاحب نے کہا جناب آپ نے قومی اسمبلی میں اپنی پیش کردہ قرارداد میں لاہوری گروپ کو بھی غیر مسلم قرار دیا ہے حالانکہ ہم مرزا قادیانی کو نبی نہیں مانتے بلکہ مجدد مانتے ہیں۔ لہٰذا آپ کی قرارداد میں ہمارا ذکر درست نہیں ہے۔ آپ یوں کریں کہ اپنی قرارداد سے ہمارا نام نکال دیں، ہم اس کے عوض آپ کو پچاس لاکھ روپے پیش کرتے ہیں۔ (یاد رہے 1974ء میں پچاس لاکھ روپے کروڑوں بلکہ اربوں کے برابر تھے) اس پر علامہ نورانی طیش میں آ گئے اور بلند آواز میں فرمایا: "او کم نصیبو! ہمارا سودا دربارِ مصطفیٰ ﷺ میں ہو چکا ہے۔ ہم آپ کی پیشکش جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں اس لیے کہ ہمارا جوتا اس پیشکش سے کہیں قیمتی ہے۔ مرزا قادیانی جھوٹا مدعی نبوت ہے اور جو اسے مجدد یا مسلمان مانتا ہے، وہ بھی کافر ہے اور میری قرارداد سے کوئی لفظ حذف نہیں ہوگا آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں ورنہ آپ کے لیے اچھا نہ ہوگا۔" اس پر وہ لوگ چلے گئے تو علامہ نورانی نے فرمایا کہ بڑی بڑی اعلیٰ حکومتی شخصیات سفارش کرتی ہیں کہ صاحب! ان لوگوں کا آپ کیوں ذکر لے آئے ہیں۔ یہ تو نبی نہیں مانتے لیکن الحمدللہ! اللہ کریم نے استقامت عطا فرمائی ہے۔ یہ پیسے آنی جانی چیز ہے۔ اصل دولت ایمان کی دولت ہے جو سرمایۂ آخرت ہے۔"

کسی نے کیا خوب کہا تھا: ''مولانا نورانی نہ جھکتا ہے نہ بکتا ہے۔''

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام چناب نگر (ربوہ) میں ختم نبوت کانفرنس سے تاریخی خطاب کرتے ہوئے مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے فرمایا:

''ایمان ایک ایسی قوت ہے جس کی بے شمار برکات ہیں اور تحفظ ختم نبوت خالصتاً ایمانیات کا مسئلہ ہے جس کے لیے ہم اپنے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ قادیانی حکومت کے کلیدی عہدوں پر فائز ہو کر مالی اور سیاسی فوائد حاصل کر رہے ہیں حالانکہ وہ اقلیت میں ہیں۔ وہ پاکستان میں اپنی وہی پوزیشن بنانا چاہتے ہیں جو امریکہ میں یہودیوں نے بنالی ہے۔ اگر یہ فتنہ اس طرح پروان چڑھتا رہا تو آئندہ اس ملک پر ان کا قبضہ ہوگا اور ان کی مرضی کے بغیر کوئی حکومت نہ کر سکے گا۔ مرزائیت یہودیت کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اور پاکستان میں تل ابیب کا ایجنٹ ربوہ ہے۔ اس کی معرفت جو چاہتے ہیں، کرواتے ہیں۔ مذہب کا تو ان لوگوں نے لبادہ اوڑھ رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانیت ایک بہت بڑی خطرناک سیاسی تحریک ہے اور صیہونیت کی ذیلی تنظیم ہے جو مسلمانوں کے اندر رہ کر مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر رہی ہے۔ ہر مسلمان کو ان کے خلاف جدوجہد کرنی چاہیے۔''

آسماں تری لحد پہ شبنم افشانی کرے

علامہ احسان الٰہی ظہیرؒ

علامہ احسان الٰہی ظہیر ایک جید عالم، خطیب اور ادیب تھے۔ انھوں نے فتنہ قادیانیت کے خلاف عربی زبان میں ایک کتاب ''القادیانیۃ'' تحریر فرمائی۔ بعدازاں اس کا اردو ترجمہ ''مرزائیت اور اسلام'' کے نام سے کیا۔ مولانا کی یہ تصنیف ردقادیانیت کی کتب میں نہایت اہم اضافہ ہے۔ مولانا مرحوم اپنی اس کتاب کی قبولیت کے سلسلہ میں ایک ایمان افروز واقعہ لکھتے ہیں:

''جب 1967ء کے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب مسجد نبوی کے پڑوس میں اپنی کتاب ''القادیانیۃ'' کو مکمل کر کے سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سحرگاہ دعائے نیم شبی لبوں پر لیے باب جبرئیل کے راستے (کہ جب دیارِ حبیب علیہ السلام میں میرا مکان اسی جانب تھا) مسجد نبوی ﷺ کے اندر داخل ہوتا ہوں، لیکن روضۂ اطہر کے سامنے پہنچ کر ٹھٹک جاتا ہوں کہ آج خلاف معمول روضۂ معلّی کے دروازے وا ہیں اور پہرے دار خندہ رُو استقبالیہ انداز میں منتظر ہیں۔ میں اندر بڑھتا جاتا ہوں کہ سامنے سرورِ کونین رحمت عالم حضرت محمد ﷺ رعنائیوں اور زیبائیوں کے جھرمٹ میں صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ کی معیت میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ دل خوشیوں سے معمور اور دماغ مسرتوں

سے لبریز ہو جاتا ہے اور جب میں دیر گئے باہر نکلتا ہوں تو دربان سے سوال کرتا ہوں۔ ''یہ دروازے تم روزانہ کیوں نہیں کھولتے۔'' جواب ملا ''یہ دروازے روزانہ نہیں کھلا کرتے'' آنکھ کھلی تو مسجد نبوی کے میناروں سے یہ دلکش ترانے گونج رہے تھے۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه

اور صبح جب میں نے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کو ماجرا سنایا تو انھوں نے فرمایا: ''تمھیں مبارک ہو ختم نبوت کی چوکھٹ کی چوکیداری میں خاتم النبیین ﷺ کے رب نے تمہاری کاوش کو پسند فرمایا ہے۔''

حضرت خواجہ خان محمد مدظلہٗ

قطب العالم حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالیہ کا شمار بلاشبہ "الآخرون السابقون" میں ہوتا ہے، جن کی پوری زندگی اہل فتن بالخصوص منکرینِ ختم نبوت سے جہاد و پیکار میں گزری۔ حضور خاتم النبیین ﷺ سے بے پناہ محبت وعقیدت و احترام کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی پُر جوش ایمانی غیرت نصیب کی ہے کہ وہ بڑھاپے کے اس عالم میں بھی ہمہ وقت قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں پر نہ صرف بے قرار رہتے ہیں بلکہ جوانوں کی طرح اس فتنہ کے خلاف مصروف جہاد ہیں۔ حضرت خواجہ خان محمد مدظلہٗ عقیدۂ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے کارکنان کی کامیابی کے لیے ہر روز اللہ تعالیٰ سے بے شمار دعائیں، التجائیں، استدعائیں اور نالہ ہائے نیم شبی میں اتنی سسکیاں بھرتے ہیں کہ مالک ارض وسماء کو ان پر ترس آ جاتا ہے اور ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے۔

میرپور خاص سندھ کے ڈاکٹر احمد اللہ ہمدانی مدینہ طیبہ گئے۔ روضہ طیبہ پر درود وسلام پڑھا اور دعا کی کہ اے آقائے نامدار ﷺ آپ کا جو بہت پیارا امتی ہے، اس بزرگ کی مجھے آج زیارت ہو جائے۔ یہ دعا کر کے مواجہ شریف سے پیچھے ہٹے تو ایک دوست نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب پاکستان سے مولانا خواجہ خان محمد صاحب مرکزی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تشریف لائے ہوئے ہیں، آپ زیارت کے لیے چلیں گے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ آج تو میری دعا نقد قبول ہو گئی۔ میں گیا اور جا کر مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔

حال ہی میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد سجادہ نشین کندیاں شریف دامت برکاتہم نے علماء، خطباء اور اہل علم کے نام ایک خط جاری فرمایا اور انھیں ان کے فرائض کی طرف متوجہ فرماتے ہوئے لکھا:

"جناب واجب الاحترام علمائے کرام زید مجدکم العالی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ!

آپ کو معلوم ہے کہ قادیانی، مرزائی اندر ہی اندر مسلمانوں کو مرتد بنانے میں مصروف ہیں، میں آپ حضرات سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ مہینہ میں صرف ایک ہی مرتبہ سہی، اپنے خطبہ میں صرف دس، پندرہ منٹ تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانی، مرزائی کا مکروہ چہرہ کے متعلق نوجوانوں کو آگاہ فرمادیا کریں، تاکہ ہم حضور ﷺ کے اس حق کو ادا کرنے میں خدا کے ہاں اجر کے مستحق بن سکیں۔ امید ہے کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

27 جمادی الاوّل 1428ھ"

حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ کے اس درد بھرے مکتوب کی روشنی میں ہم میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ جس سے جو بن پڑے، اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو صرف کرے اور آنحضرت ﷺ کی شفاعت کا مستحق بنے، ورنہ اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ کل قیامت کے دن حضور اکرم ﷺ یہ کہہ کر ہماری شفاعت کرنے سے انکار فرمادیں کہ تمھارے سامنے میری ردائے ختم نبوت کو تارتار کیا جاتا رہا اور تم نے نہ صرف اس کا سدباب نہ کیا بلکہ تمھارے ماتھے پر کوئی شکن تک نہیں آئی تھی۔ خدانخواستہ اگر کل قیامت کے دن حضور ﷺ یہ کہہ کر ہم سے منہ موڑ لیں تو بتلایا جائے ہمارا کیا بنے گا؟ اور ایسی صورت میں ہماری ہلاکت و بربادی میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے؟؟؟؟

تحفظِ ختم نبوت کے محاذ پر گرانقدر خدمات سرانجام دینے والے جناب عامر خورشید صاحب عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم سے باقاعدہ بیعت ہیں۔ حضرت کے روحانی فیض نے جنید جمشید کی طرح ان کی زندگی بدل کر رکھ دی۔ عامر بھائی تحفظِ ختم نبوت کے کام میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ ایک دفعہ انھیں خیال گزرا کہ تبلیغی جماعت والے تبلیغ کے کام کی فضیلت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے اس کا بے شمار ثواب بیان کرتے ہیں تو کیا تحفظِ ختم نبوت کا کام کرنے کا بھی اتنا ہی ثواب ہے یا نہیں؟ لہٰذا انھوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم العالیہ سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت نے جواب دیا کہ تبلیغ کا کام کرنے

کی اہمیت وافادیت اور ثواب اپنی جگہ پر، اس سے انکار نہیں لیکن تحفظِ ختم نبوت کا کام کرنے والے کو تبلیغ کا کام کرنے والوں سے کئی گنا زیادہ ثواب ملتا ہے کیونکہ تحفظِ ختم نبوت کا کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر 100 فیصد پورا اترتا ہے۔ یہ کام نہ صرف دین کی بہترین تبلیغ ہے بلکہ اس میں مرتدین اسلام کی سرکوبی بھی شامل ہے۔ منکرین ختم نبوت کی خلاف اسلام مذموم سرگرمیوں اور سازشوں کو روکنا وقت کا سب سے بڑا جہاد اور تبلیغ ہے۔ لہٰذا اس کا ثواب تمام عبادات سے بڑھ کر ہے۔

بلاشبہ موجودہ دَور میں تحفظِ ختم نبوت کا کام اعلیٰ ترین درجے پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تقاضے پورا کرتا ہے۔ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ جس نے تحفظِ ختم نبوت کے کام سے انکار کیا، گویا اس نے نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کیا۔

حضرت پیر فیض الحسن تنویرؒ

حضرت پیر فیض الحسن تنویرؒ المعروف شاہ جی ایک بلند پایہ شخصیت کے مالک تھے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ سے بے پناہ محبت اور فتنۂ قادیانیت سے نفرت آپ کے سینے میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں انھوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ جامع مسجد ہارون آباد کے عظیم اجتماع میں خطاب اور رضا کاروں کی تربیت سے فارغ ہو کر اپنی گرفتاری کے لیے سب سے پہلے شاہ جیؒ ہی مسجد سے باہر آئے۔ پولیس کی بھاری گارد آپ کی گرفتاری کے لیے مسلح موجود تھی۔ سب انسپکٹر پولیس نے آپ کو دروازے پر روک کر گرفتار کرنے کے لیے حوالدار کو ہتھکڑی لگانے کا حکم دیا۔ حوالدار نے چابی لگائی۔ شاہ جی نے ہاتھ نیچے کیے تو ہتھکڑی کھل گئی۔ سب انسپکٹر پولیس نے حوالدار کو گھورا کہ بیوقوف تجھے ابھی تک ہتھکڑی لگانے کا طریقہ ہی نہیں آیا۔ کیا ملازمت کر رہے ہو۔ حوالدار نے تیزی سے شاہ جی کی طرف پھر ہاتھ بڑھایا اور بڑی احتیاط سے چابی گھمائی جب ہتھکڑی لگ گئی اور اس نے تسلی کر لی تو شاہ جی کو لے کر چلنے ہی والا تھا کہ شاہ جی نے ہاتھ نیچے کیے تو حسب سابق ہتھکڑی پھر کھل گئی۔ اس پر سب انسپکٹر خود آگے بڑھا دوسری ہتھکڑی لائی گئی اور اس نے اپنے ہاتھوں سے ہتھکڑی لگائی مگر جب لے کر چلے تو ہتھکڑی ایک بار پھر کھل کر نیچے گر پڑی۔ پولیس میں افراتفری مچ گئی۔ بالآخر موقع پر موجود ڈی ایس پی نے کہا، شاہ جی کو بغیر ہتھکڑی کے لے جاؤ۔ یہ بھاگنے والے لوگوں میں نہیں ہیں اور پھر بغیر ہتھکڑی کے ہی شاہ صاحب کو جیل لے جایا گیا۔ شاہ جی نے اس تحریک میں بہاولنگر، ساہیوال اور ہارون آباد کی جیلوں میں صعوبت کے دن گزارے اور اُف تک نہ کی۔

حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ کی علمی و دینی خدمات سے کون ناواقف ہے۔ ایک دفعہ انھوں نے پیپلز کالونی فیصل آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

''مرزا قادیانی کے دماغ و زبان کی مہار شیطان نے تھام رکھی تھی اور وہ مرزا کو منہ زور گھوڑے کی طرح جھوٹ کی وادیوں میں دوڑاتا تھا۔ ہر قدم پر جھوٹ تیار کرنا اور پھر سب سے پہلے اس کا خود بے دریغ استعمال کرنا، اس کا وتیرہ تھا۔ ہمارے اکابر نے اپنی ایمانی و وجدانی کیفیات سے سرشار ہو کر اس کا تعاقب کیا۔ تحفظ ختم نبوت کا کام بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ حضور علیہ السلام کا ایک امتی بھی قادیانی ہو گیا تو ہم سے پوچھا جائے گا کہ قادیانیوں نے اس کے ایمان پر ڈاکا ڈالا تھا، تم نے اس کا ایمان بچانے کی فکر کیوں نہ کی تھی؟''

پروفیسر چودھری فضل احمد

پروفیسر میاں محمد یعقوب (شعبۂ اردو نیشنل سائنس کالج گوجرانوالہ) ایک ایمان افروز واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''1966-67ء کی بات ہے، میں لاہور کے سنٹرل ٹریننگ کالج میں B.Ed کا طالب علم تھا۔ وہاں ہمارے ایک بزرگ پروفیسر تھے چودھری فضل احمد، انھوں نے یہ واقعہ کلاس روم میں سنایا۔

''میں بیروت کی یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھا اور وہاں ہندوستان (تقسیم سے قبل) کے بہت سے طلبہ و طالبات زیر تعلیم تھے۔ ان میں سے ایک لڑکی (نام نہیں بتایا) بہت شوخ و شنگ اور الٹرا ماڈرن قسم کی تھی۔ اس کا تعلق ہندوستان کے کسی مسلمان نواب گھرانے سے تھا۔ وہ خود شاید فیشن کے طور پر کمیونزم کی پرچارک تھی۔

ایک دن ٹک شاپ پر اسلام اور کمیونزم کی بحث چل رہی تھی کہ اس نانہجار لڑکی نے حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں ایک آدھ نازیبا لفظ کہہ دیا۔ میں نے اسے بے نقط سنائیں، بہت برا بھلا کہا اور ہمیشہ کے لیے اس سے قطع کلامی کر لی۔ پھر یوں ہوا کہ مجھے (پروفیسر فضل احمد) اور اس نابکار لڑکی کو جو اپنی امارت اور حسن پر بہت نازاں تھی، دورانِ تعلیم ہی میں برص کا حملہ ہوا۔ اس نے اپنے حسن کو بچانے کے لیے اس وقت کے اعلیٰ ترین ڈاکٹروں اور ہسپتالوں کی طرف رجوع کیا لیکن برص پھیلتا چلا گیا اور وہ خود بھی پھیلتی چلی گئی، یعنی بے اندازہ موٹی ہو گئی۔ ہندوستان واپسی پر اس کا

کہیں رشتہ نہ ہوسکا اور اپنی مضحک ہیئت کذائی کی وجہ سے اس نے گھر سے نکلنا بھی چھوڑ دیا اور وہ جو کبھی جانِ محفل ہوا کرتی تھی، سوسائٹی میں نسیاً منسیا ہوگئی۔

اُدھر واپسی کے بعد میں نے جہلم کے ایک ڈاکٹر سے علاج کروایا اور اللہ کے فضل سے (چہرہ پر ایک آدھ داغ کے سوا) شفا ہوگئی۔''

تقریباً ساری کلاس نے سوال کیا۔''سر! اسے تو رحمۃ للعالمین ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کے سبب یہ سزا ملی، آپ پر برص کیوں حملہ آور ہوا؟''

بوڑھے پروفیسر کے جواب نے نہ صرف کلاس کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا بلکہ سب کو آنسوؤں سے رُلا دیا۔فرمایا''مجھے اس وجہ سے برص ہوا کہ میں نے گالیوں پر اکتفا کیوں کیا اور اسے اُسی دم قتل کیوں نہ کر دیا۔''

تحریک ختم نبوت 1953ء کے ایمان افروز واقعات

تحریک ختم نبوت 1953ء میں لاہور، لائل پور (فیصل آباد)، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، ساہیوال، راولپنڈی، سرگودھا اور دوسرے تمام شہروں اور قصبوں کی حالت یہ تھی کہ رضا کار اپنے اپنے بھرتی کے مراکز پر آتے، جسم پر بڑی دلیری سے زخم لگاتے اور خون سے حلف نامے پر دستخط یا انگوٹھا ثبت کر دیتے تھے۔ رضا کاروں کا یہ جذبہ گفتنی نہیں، دیدنی تھا۔بس ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے ان نوجوانوں کے سینوں میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے دل دھڑکنے لگ گئے ہیں اور یہ دنیا و مافیہا سے منہ موڑ کر خواجۂ بطحا ﷺ کی حرمت پر قربان ہو جانا چاہتے ہیں۔

لکھتا ہوں خونِ دل سے یہ الفاظ احمریں
بعد از رسول ﷺ ہاشمی کوئی نبی نہیں

□ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا مظفر علی شمسی فرماتے ہیں:''تحریک ختم نبوت 1953ء میں ایک عورت اپنے بیٹے کی شادی کی برات لے کر دہلی دروازہ کی جانب آ رہی تھی۔ سامنے سے تڑتڑ کی آواز آئی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس کے لیے لوگ سینہ تانے بٹن کھول کر گولیاں کھا رہے ہیں تو اس عورت نے برات کو معذرت کر کے رخصت کر دیا۔ پھر اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ بیٹا آج کے دن کے لیے میں نے تمھیں جنا تھا۔ جاؤ اپنے پیارے آقا ﷺ کی عزت پر قربان ہو کر دودھ بخشوا جاؤ، میں تمہاری شادی اس دنیا میں نہیں بلکہ آخرت میں کروں گی اور تمہاری برات میں آقائے نامدار ﷺ کو مدعو کروں گی۔ جاؤ پروانہ وار شہید ہو جاؤ تاکہ میں فخر کر سکوں کہ میں بھی شہید کی ماں ہوں۔ بیٹا ایسا سعادت مند تھا کہ تحریک میں ماں کے حکم

پر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے شہید ہو گیا۔ جب لاش لائی گئی تو گولی کا کوئی نشان پشت پر نہ تھا۔ سب گولیاں سینہ پر کھائیں۔"

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے یہ دارو رسن کہاں

□ مولانا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تحریک ختم نبوت میں ایک طالب علم کتابیں ہاتھ میں لیے کالج جا رہا تھا۔ سامنے تحریک کے لوگوں پر گولیاں چل رہی تھیں۔ کتابیں رکھ کر جلوس کی طرف بڑھا۔ کسی نے پوچھا یہ کیا۔ جواب میں کہا: ہمیشہ پڑھتا رہا ہوں، آج عمل کرنے جا رہا ہوں۔ جاتے ہی ران پر گولی لگی، گر گیا۔ پولیس والے نے آ کر اٹھایا تو شیر کی طرح گرجدار آواز میں کہا: ظالم گولی ران پر کیوں ماری ہے، عشق مصطفےٰ ﷺ تو دل میں ہے، یہاں دل پر گولی مارو تاکہ قلب وجگر کو سکون ملے۔"

جو سوچتا رہا، رہا گمنام و نامراد
جو بڑھ کے جل گیا، وہی پروانہ بن گیا

□ تحریک ختم نبوت میں لاہور کی سڑکوں پر ایک مسلمان دیوانہ وار ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔ ایک پولیس والے نے پکڑ کر تھپڑ مارا۔ اس پر اس نے پھر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ پولیس والے نے بندوق کا بٹ مارا، اس نے پھر نعرہ لگایا۔ وہ مارتے رہے، یہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے اٹھا کر گاڑی میں ڈالا، یہ زخموں سے چُور چُور پھر بھی ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتا رہا۔ اسے گاڑی سے اتارا گیا تو بھی وہ نعرہ لگاتا رہا۔ اسے فوجی عدالت میں لایا گیا اس نے عدالت میں آتے ہی ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ میجر نے کہا ایک سال سزا۔ اس نے سال کی سزا سن کر پھر ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔ اس نے سزا دو سال کر دی، اس نے پھر نعرہ لگا دیا غرضیکہ میجر سزا بڑھاتا رہا اور یہ مسلمان نعرہ ختم نبوت بلند کرتا رہا۔ فوجی عدالت جب بیس سال پر پہنچی، دیکھا کہ بیس سال کی سزا سن کر یہ پھر بھی نعرہ سے باز نہیں آ رہا۔ تو میجر نے کہا کہ عدالت سے باہر لے جا کر ابھی اسے گولی مار دو۔ اس نے گولی کا سن کر دیوانہ وار رقص کرنا شروع کر دیا اور ساتھ ختم نبوت زندہ باد، ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف ترانہ سے ایمان پرور اور وجد آفریں کیفیت طاری کر دی۔ یہ حالت دیکھ کر عدالت نے کہا کہ رہا کر دو کہ یہ دیوانہ ہے، اس نے رہائی کا سن کر پھر نعرہ لگایا۔ ختم نبوت زندہ باد

(قارئینِ کرام! میں لکھتے ہوئے نعرہ لگاتا ہوں اور آپ پڑھتے ہوئے نعرہ لگائیں۔ ختم نبوت زندہ باد)

□ تحریک ختم نبوت 53ء میں دہلی دروازہ لاہور کے باہر صبح سے عصر تک جلوس نکلتے رہے

اور دیوانہ وار سینوں پر گولیاں کھا کر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر جان قربان کرتے رہے۔عصر کے بعد جب جلوس نکلنے بند ہو گئے تو ایک اسی سالہ بوڑھا اپنے معصوم پانچ سالہ بچے کو اپنے کندھے پر اٹھا کر لایا۔ باپ نے ختم نبوت کا نعرہ لگایا۔معصوم بچے نے جو باپ سے سبق پڑھا تھا، اس کے مطابق زندہ باد کہا۔ دو گولیاں آئیں، اسی سالہ بوڑھے باپ اور پانچ سالہ معصوم بچے کے سینے سے شائیں کر کے گزر گئیں، دونوں شہید ہو گئے۔مگر تاریخ میں اس نئے باب کا اضافہ کر گئے کہ اگر آقائے نامدار ﷺ کی عزت و ناموس پر مشکل وقت آئے تو مسلمان قوم کے اسی سالہ بوڑھے خمیدہ کمر سے لے کر پانچ سالہ معصوم بچے تک سب جان دے کر اپنے پیارے آقا ﷺ کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے ہیں۔

مسافروں سے کہو رات سے شکست نہ کھائیں
میں لا رہا ہوں خود اپنے لہو سے بھر کے چراغ

غازی علم الدین شہیدؒ

ہندو آریہ سماج تنظیم جو مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے لیے دل آزار کتابیں شائع کرواتی رہتی تھی، 1923ء کے اواخر میں اس تنظیم کے سرگرم رکن راجپال نے ایک ایسی دل آزار کتاب شائع کی، جس میں حضور نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں بے پناہ گستاخیاں کی گئی تھیں۔کتاب کی اشاعت سے پورے ملک میں کہرام مچ گیا۔مسلمانوں نے احتجاجی جلسے اور جلوس نکالنے شروع کر دیے۔ملزم راجپال کے خلاف مقدمہ درج ہوا۔پھر راجپال کو 6 ماہ قید اور ایک ہزار روپے جرمانہ ہوا۔ بعدازاں ہائی کورٹ نے نہ صرف ملزم کو بری کر دیا بلکہ اس کا جرمانہ بھی معاف کر دیا۔اس دل آزار کتاب کی اشاعت جاری رہی۔ یکم اپریل 1929ء کی رات ایک نوجوان غازی علم الدین شہید اپنے بڑے بھائی کے ساتھ دہلی دروازہ کے باغ میں جلسہ سننے چلے گئے، جہاں سیّد عطا اللہ شاہ بخاریؒ نے بڑی رقت انگیز تقریر کی۔دفعہ 144 کا نفاذ تھا جس کی رو سے کسی نوع کا جلسہ یا اجتماع نہیں ہوسکتا تھا لیکن مسلمانوں کا ایک فقید المثال اجتماع بیرون دہلی دروازہ درگاہ شاہ محمد غوثؒ کے احاطہ میں منعقد ہوا۔ وہاں اس عاشق رسول ﷺ نے ناموسِ رسالت پر جو تقریر کی، وہ اتنی دل گداز تھی کہ سامعین پر رقت طاری ہو گئی۔ کچھ لوگ تو دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔شاہ جی نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

"آج آپ لوگ جناب فخر رسل محمد عربی ﷺ کے عزت و ناموس کو برقرار رکھنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔آج جنس انسان کو عزت بخشنے والے کی عزت خطرہ میں ہے۔آج اس جلیل

المرتبت کا ناموس معرض خطر میں ہے جس کی دی ہوئی عزت پر تمام موجودات کو ناز ہے۔" اس جلسہ میں مفتی کفایت اللہ اور مولانا احمد سعید دہلوی بھی موجود تھے۔ شاہ جی نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

"آج مفتی کفایت اللہ اور احمد سعید کے دروازے پر اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ اور اُمّ المومنین خدیجہ الکبریٰؓ کھڑی آواز دے رہی ہیں۔ ہم تمہاری مائیں ہیں۔ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ کفار نے ہمیں گالیاں دی ہیں۔ ارے دیکھو! کہیں اُمّ المومنین عائشہ صدیقہؓ دروازہ پر تو کھڑی نہیں؟"

یہ الفاظ دل کی گہرائیوں سے اس جوش اور ولولہ کے ساتھ ابل پڑے کہ سامعین کی نظریں معاً دروازے کی طرف اٹھ گئیں اور ہر طرف سے آہ و بکا کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ پھر اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

"تمہاری محبتوں کا تو یہ عالم ہے کہ عام حالتوں میں کٹ مرتے ہو لیکن کیا تمھیں معلوم نہیں کہ آج گنبد خضریٰ میں رسول اللہ ﷺ تڑپ رہے ہیں۔ آج خدیجہؓ اور عائشہؓ پریشان ہیں۔ بتاؤ! تمھارے دلوں میں اُمہات المومنین کے لیے کوئی جگہ ہے؟ آج اُمّ المومنین عائشہؓ تم سے اپنے حق کا مطالبہ کرتی ہیں۔ وہی عائشہؓ جنھیں رسول اللہ ﷺ "حمیرا" کہہ کر پکارا کرتے تھے، جنھوں نے سید عالم ﷺ کو وصال کے وقت مسواک چبا کر دی تھی۔ یاد رکھو کہ اگر تم نے خدیجہؓ اور عائشہؓ کے لیے جانیں دے دیں تو یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں۔"

شاہ جی نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے چین سے نہیں رہ سکتے۔ پولیس جھوٹی، حکومت کوڑھی اور ڈپٹی کمشنر نااہل ہے۔ وہ ہندو اخبارات کی ہرزہ سرائی تو روک نہیں سکتا، لیکن علمائے کرام کی تقریریں روکنا چاہتا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ دفعہ 144 کے یہیں پرخچے اڑا دیے جائیں۔ میں دفعہ 144 کو اپنے جوتے کی نوک تلے مسل کر بتا دوں گا۔

پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

داغ کا یہ شعر شاہ جی نے کچھ اس انداز سے پڑھا کہ لوگ بے قابو ہو گئے۔ اس تقریر نے سارے شہر میں آگ لگا دی۔ لاہور میں بدنام زمانہ کتاب، اس کے مصنف اور ناشر کے خلاف جا بجا جلسے ہونے لگے۔

6 اپریل 1929ء کو غازی علم الدین ٹھیک ایک بجے راجپال کی دکان پر پہنچ گئے او

دریافت کیا کہ راجپال کہاں ہے؟ راجپال نے خود ہی کہا۔ میں ہوں کیا کام ہے؟ غازی صاحب نے چھری نکال کر اس پر بھرپور حملہ کیا۔ پھر پے در پے وار کر کے اسے واصلِ جہنم کر دیا اور کہا یہی کام تھا۔

غازی صاحب کو گرفتار کر لیا گیا۔ 10 اپریل 1929ء کو سیشن جج کی عدالت میں مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ 22 مئی 1929ء کو غازی صاحب کو سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ 30 مئی کو ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی گئی۔ 15 جولائی کو قائداعظم محمد علی جناحؒ اس مقدمہ کی وکالت کے لیے ہائی کورٹ میں پیش ہوئے مگر ہائی کورٹ نے اپیل خارج کر دی جس کے نتیجہ میں 31 اکتوبر 1929ء کو میانوالی جیل میں آپ کو پھانسی دے دی گئی۔ جسد اطہر کو میانوالی سے لاہور لایا گیا۔ جنازہ میں لاکھوں عاشقانِ رسول ﷺ نے شرکت کی۔ آپ کو لاہور کے میانی قبرستان میں دفنایا گیا۔ غازی علم الدین شہید برصغیر کے شہیدان ناموس رسالت ﷺ کے ہیرو ہیں۔

نامور دانشور جناب صاحبزادہ خورشید گیلانی اپنے مضمون ''شہید محبت'' میں لکھتے ہیں:

''علامہ اقبالؒ کا ایک مصرع ہے:

طے شود جادۂ صد سالہ بآ ہے گاہے

یعنی بعض اوقات ایک آہ کے فاصلے پر منزل ہوتی ہے یا لمحے بھر میں سو سال کا سفر طے ہو جاتا ہے، یہ مصرع زبان پر آتے ہی ذہن بے اختیار شہید ناموسِ نبی ﷺ غازی علم الدین کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس نے صدیوں کا سفر اس تیزی اور کامیابی سے طے کیا کہ اربابِ زہد و تقویٰ اور اصحابِ منبر و محراب بس دیکھتے ہی رہ گئے۔ اس نے ایک قدم انار کلی ہسپتال روڈ پر اٹھایا اور دوسرے قدم پر جنت الفردوس میں پہنچ گیا۔

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اسی جنت کی تلاش میں زاہدوں اور عابدوں کے نجانے کتنے قافلے سرگرداں رہے، کیسے کیسے لوگ غاروں کے ہو کر رہ گئے، کئی پیشانیاں رگڑتے اور سر پٹختے رہے، ہزاروں سر بگریباں، چلہ کش اسی آرزو میں دنیا سے اٹھ گئے، لاکھوں طواف و سجود میں غرق رہے، بے شمار صوفی و ملا وقفِ دعا رہے، اَن گنت پرہیزگار خیالِ جنت میں سرشار رہے، خدا ان سب کی محنت ضرور قبول کرے گا، لیکن غازی علم الدین کا مقسوم دیکھیے! نہ چلہ کیا نہ مجاہدہ، نہ حج کیا، نہ عمرہ کیا، نہ حرم کا مجاور بنا، نہ مکتب میں داخلہ لیا، نہ خانقاہ کا راستہ دیکھا، نہ کنز قدوری کھول کر دیکھی، نہ رازی و کشاف کا مطالعہ کیا، نہ حزب البحر کا ورد کیا، نہ اسم اعظم کا وظیفہ پڑھا، نہ علم و حکمت کے خم و پیچ میں الجھا، نہ کسی حلقۂ تربیت میں بیٹھا، نہ کلام و معانی سے واسطہ رہا نہ فلسفہ و منطق سے آشنا ہوا، نہ مسجد کے لوٹے بھرے، نہ تبلیغی گشت

کیا، نہ کبھی شیخی بگھاری نہ کبھی شوخی دکھائی، اسے پاکبازی کا خبط نہیں، محبوبِ حجازی ﷺ سے ربط تھا۔ وہ تسبیح بدست نہیں، مست مئے الست تھا، وہ فقیہ مسند آرا نہیں، فقیر سرِ راہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے مصلحت کیشی سے نہیں، جذبۂ درویشی سے کام لیا، چنین و چناں کے دائروں سے نکل کر کون و مکاں کی وسعتوں میں جا پہنچا، وہم وگمان کی خاک جھاڑ کر ایمان وعشق کے نور میں ڈھل گیا، نجانے ہاتفِ غیب نے چپکے سے اس کے کان میں کیا بات کہی کہ پل بھر میں دل کی کائنات بدل گئی۔

پروانے کا حال اس محفل میں، ہے قابل رشک اے اہل نظر
اک شب میں ہی یہ پیدا بھی ہوا، عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

خدا معلوم کتنی ریاضت سے آغوشِ بسطام نے بایزیدؒ کی پرورش کی، خاکِ بغداد نے جنیدؒ کو جنم دیا، شہر قونیہ نے مولانا رومؒ کو بنایا؛ دہلی نے شاہ ولی اللہؒ کو پیدا کیا اور ادھر علم الدینؒ، بڑھئی کی دکان سے اٹھا اور ایک ہی جست میں زمان ومکان طے کر ڈالے۔"

غازی علم الدین شہیدؒ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

غازی علم الدین شہیدؒ کی عظمت پر مبنی ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

"1953ء کی تحریک ختم نبوت میں عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ گرفتار ہو کر میانوالی جیل میں قید ہوئے۔ دورانِ قید میں ان کی ملاقات عبداللہ نامی ایک ایسے خوش نصیب قیدی وارڈن سے ہوئی جو جیل میں غازی علم الدین شہید کی نگرانی پر مامور تھا۔ عبداللہ نے قاضی احسان احمد شجاع آبادی کو کئی مواقع پر غازی علم الدین شہیدؒ کے حالات وواقعات سنائے۔ ایک دن عبداللہ وارڈن نے قاضی صاحب کو بتایا کہ آپ بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ غازی علم الدین شہیدؒ والی کوٹھری میں قید ہیں۔ قاضی صاحب نے عبداللہ سے درخواست کی کہ وہ غازی علم الدین شہیدؒ کا کوئی ناقابل فراموش واقعہ سنائے۔ عبداللہ وارڈن کے چہرے پر مزید نورانیت اور بشاشت اتر آئی۔ پھر اس نے بتایا کہ جس دن یعنی 31 اکتوبر 1929ء کو جب غازی علم الدین شہید کو پھانسی ہونا تھی، اس سے ایک روز پہلے میں حسب معمول غازیؒ کی کوٹھڑی کا پہرہ دے رہا تھا۔ پیدل چلتے ہوئے میں کوٹھری سے ذرا فاصلے پر عام قیدیوں کی بیرک کی طرف آ گیا۔ مڑ کر کیا دیکھتا ہوں کہ غازی کا کمرہ خوبصورت اور دلکش روشنیوں سے بھر گیا ہے۔ میں یہ سمجھا کہ شاید غازی علم الدین شہیدؒ نے اپنے کمرے کو آگ لگا لی ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ نور کا ایک بادل ہے جو تیزی سے آسمانوں کی طرف چلا گیا۔ چنانچہ میں بھاگم بھاگ غازیؒ کی کوٹھری کی طرف

بھاگا۔ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ پورا کمرہ بہترین اور مسحور کن خوشبوؤں سے معطر اور منور تھا۔ غازیؒ حالت سجدہ میں زار و قطار رو رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد اٹھے تو میں نے ان کی قدم بوسی کی اور خود بھی بے اختیار رونا شروع کر دیا۔ پھر میں نے عرض کیا، غازی صاحب یہ کیا ماجرا تھا؟ غازی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ حضرت! آپ یہ اہم راز اپنے سینے میں لے کر نہ جائیں اور اس واقعہ کی تفصیلات ضرور بتائیں، بہرحال غازیؒ نے میرے بے حد اصرار پر فرمایا، عبداللہ! تمھیں معلوم ہے کہ مجھے کل پھانسی ہو رہی ہے۔ میری دلجوئی اور حوصلہ افزائی کے لیے شافع محشر، حضور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے خاص صحابۂ کرامؓ کے ساتھ یہاں خود تشریف لائے اور بڑی محبت اور شفقت فرمائی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے مجھ سے پوچھا کہ غازی بیٹا! تمھیں پھانسی کا خوف تو نہیں ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور! بالکل نہیں۔ فرمایا: بیٹا اگر کوئی خوف ہے تو آؤ ہمارے ساتھ چلو۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضور! نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ میں تو بہت خوش اور مطمئن ہوں۔ پھر پیارے آقا و مولا حضور نبی کریم ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: غازی بیٹا! پھانسی کے وقت جیل حکام تم سے تمہاری آخری خواہش پوچھیں گے، تم کہنا کہ میرے ہاتھ کھول دیں۔ میں پھانسی کا پھندا چوم کر خود اپنے گلے میں ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ مسلمان اپنے پیارے نبی ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ دوسرا یہ کہ تم روزہ رکھ کر آنا، میں تمام صحابۂ کرامؓ اور فرشتوں کے ہمراہ حوض کوثر پر تیرا استقبال کروں گا اور ہم سب روزہ اکٹھے افطار کریں گے۔"

یہ ہے تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا صلہ!

.......❀.......